(12)

''یومِ جمہوریہ'' بلاشبہ سارے ملک کے لیے ایک خوشی کا دن ہے

تم جہاں خوشی مناؤ وہاں یہ بھی دعائیں کرو
کہ پاکستان کے باشندوں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے نیکی کا عنصر غالب رہے

(فرمودہ 23 مارچ 1956ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج میں خطبہ جمعہ میں دو امور کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک امر تو یہ ہے کہ جامعہ احمدیہ کے ایک طالبعلم نے صدرانجمن احمدیہ کے وظائف کی تقسیم کے متعلق میرے پاس شکایت کی ہے۔ چونکہ شکایت کرنے والے نے مومنانہ جرأت سے کام لے کر اپنا نام بھی اس میں لکھ دیا ہے اس لیے میں نے اس کے متعلق تحقیقات کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ میرا قاعدہ ہے کہ چاہے دس لاکھ عرضیاں بغیر نام کے آ جائیں میں اُن کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کرتا کیونکہ یہ سخت بزدلانہ حرکت ہے کہ کوئی شخص شکایت پیش کرے اور پھر اپنا نام چھپائے۔ معلوم نہیں کس حکمت کے ماتحت کسی نے یہ کہا ہے کہ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَاتَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ تو یہ

دیکھ کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے اور یہ نہ دیکھ کہ کہنے والا کون ہے۔اگر بات معقول ہے تو چاہے وہ کسی کے منہ سے نکلے معقول ہو گی اور اگر وہ غیر معقول ہے تو چاہے کسی کے منہ سے نکلے وہ غیر معقول ہو گی۔ بظاہر یہ اصول بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن قرآن کریم یہ ہدایت دیتا ہے کہ تم گواہی میں ہمیشہ یہ دیکھو کہ گواہ عادل ہو اور اُس کی سچائی مشہور ہو۔ 1 کیونکہ وہ شخص جس کی سچائی مشہور نہ ہو وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ پس قرآن کریم کہتا ہے کہ تم صرف یہ نہ دیکھو کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے اور آیا اس کی گواہی قبول بھی کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ پس یہ درست نہیں کہ صرف اُس بات کی طرف دیکھا جائے جو کہی جاتی ہے اور کہنے والے کی طرف نہ دیکھا جائے۔ اگر ہم دیکھیں کہ کہنے والا کون ہے تو جھوٹ بولنے والے کو ہم پکڑ سکتے ہیں لیکن اگر ہم اُس کی طرف نہ دیکھیں تو ہم اُس کو پکڑ نہیں سکیں گے۔ پس قرآن کریم نے گواہ کے لیے عدل کی شرط لگا کر اس مقولہ کو ردّ کر دیا ہے کہ تم یہ دیکھو کہ کوئی کیا کہتا ہے اور یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے۔

ایک مشہور قضائی کا واقعہ ہے کہ کسی قاضی کے سامنے امام ابن تیمیہ کے خلاف ایک مقدمہ پیش ہوا۔ امام ابنِ تیمیہ اُسے اتفاقاً ملنے چلے گئے۔ وہ کہنے لگا اچھا ہوا آپ آ گئے۔ میرے پاس آپ کے خلاف ایک مقدمہ آیا ہے اور اُس کے متعلق میں نے آپ کے خلاف سمن جاری کر دیا ہے۔ امام ابنِ تیمیہ نے فرمایا آپ کا اس مقدمہ میں میرے خلاف سمن جاری کرنا شرعاً جائز نہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں؟ اگر قرائن کو دیکھتے ہوئے آپ سمجھتے کہ یہ مقدمہ جائز طور پر دائر کیا گیا ہے تو آپ کو میرے نام سمن جاری کرنا چاہیے تھا لیکن اگر قرائن خلاف تھے تو آپ کو یہ حق حاصل نہیں تھا۔ مثلاً کسی شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو۔ پولیس اُسے پکڑ لے اور کہے تمہارے پاس یہ روپیہ کہاں سے آیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کسی سے چُرایا ہے۔ اور وہ کہے کہ میں نے روپیہ چُرایا نہیں بلکہ فلاں فقیر نے مجھے یہ روپیہ دیا ہے۔تو کوئی جاہل مجسٹریٹ ہی ہو گا جو اس فقیر کے نام سمن جاری کر دے۔ سیدھی بات ہے کہ فقیر کے پاس روپیہ ہوتا ہی نہیں۔ وہ دوسرے کو دے گا کہاں سے؟ اسی کے مطابق امام ابنِ تیمیہ نے اُس قاضی کو کہا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور تم میرے

چال چلن سے واقف ہو۔ تمہارا فرض تھا کہ پہلے ذاتی طور پر تم تحقیقات کرتے اور اگر اس کے نتیجہ میں تمہیں نظر آتا کہ مقدمہ جائز طور پر دائر کیا گیا ہے تو میرے نام سمن جاری کرتے۔ ورنہ اس کو ردّ کر دیتے۔ اِس پر قاضی نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور امام ابن تیمیہ اپنے گھر آ گئے۔

اس طالبعلم نے جو شکایت کی ہے اس کے متعلق مجھے ابتدائی تحقیقات سے پتا لگا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کو اطمینان ہے کہ اس کی رقم صحیح طور پر خرچ ہوئی ہے اور جب دینے والے کو اطمینان ہو تو دوسرے کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ مثلاً میں ایک شخص کو کچھ پیسے دوں کہ بازار سے مولیاں لاؤ اور وہ مولیاں خرید لائے تو اگر پاس ہی ایک اَور شخص کھڑا ہو اور وہ کہے کہ اس شخص نے آپ سے دھوکا کیا ہے، بازار میں گاجریں اچھی ملتی تھیں اسے گاجریں خریدنی چاہیے تھیں تو اُس کا اعتراض درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ مجھے مولیوں کی ضرورت تھی جو وہ خرید لایا ہے۔ دوسرے شخص کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اِسی طرح اس معاملہ میں صدر انجمن احمدیہ کو تسلی ہے کہ اُس کے روپیہ کو ٹھیک طور پر خرچ کیا گیا ہے اس لیے شکایت کی وجہ ختم ہو گئی۔ لیکن پھر بھی میں نے ابھی آخری فیصلہ نہیں کیا بلکہ مزید تحقیقات کے لیے ایک افسر کو مقرر کیا ہے۔ بہرحال میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ طالبعلم قابلِ تعریف ہے کیونکہ اس نے بزدلی نہیں دکھائی بلکہ جرأت سے کام لے کر اپنا نام ظاہر کر دیا ہے۔ بزدل آدمی کا اسلام میں کوئی مقام نہیں۔ اس نے دلیری اور مومنانہ جرأت سے کام لیتے ہوئے شکایت کی ہے۔ اگر یہ شکایت غلط ثابت ہوئی تو وہ قابلِ سزا نہیں ہوگا۔ بلکہ ہم اسے سمجھا دیں گے کہ تمہاری شکایت درست نہیں۔ ہاں! اگر وہ شکایت کرتا اور اپنا نام ظاہر نہ کرتا تو وہ بزدل تھا اور اگر اس کا پتا لگ جاتا تو ہم اُسے ضرور سزا دیتے۔ لیکن اب اگر اس کی شکایت غلط ثابت ہوئی تو ہم سمجھیں گے وہ مومن ہے۔ اس نے جان بوجھ کر غلط شکایت نہیں کی بلکہ کسی وجہ سے اسے دھوکا لگ گیا ہے اور اس نے اپنے علم کے مطابق مومنانہ جرأت دکھاتے ہوئے شکایت کی ہے۔ اس لیے وہ اس پوزیشن میں ہے کہ اُس کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا جائے بلکہ شکایت غلط ثابت ہو تو اسے سمجھا دیا جائے کہ اس کی شکایت درست نہیں تھی۔ میں اپنے طریق کے مطابق یہ دیکھتا رہوں گا کہ کوئی افسر اس طالبعلم کے خلاف کوئی کارروائی تو نہیں کرتا کیونکہ اس نے

مومنانہ جرأت سے کام لیا ہے۔ اگر ہم اس قسم کی شکایت کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنی شروع کر دیں تو قوم میں بزدلی پیدا ہو جائے گی۔ پس قوم کو بزدلی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مومنانہ جرأت سے کام لینے والوں کو تنگ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

دوسری بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج کا دن حکومتِ پاکستان نے ملک کی کانسٹی ٹیوشن بننے پر خوشی منانے کے لیے مقرر کیا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ یہ خوشی کا دن ہے۔ 1947ء میں مَیں نے جو لیکچر دیئے تھے اُن میں مَیں نے یہ بیان کیا تھا کہ مسلمان جو بھی آئین بنائیں وہ اسلامی ہی ہوگا۔ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک سچا مسلمان کوئی آئین بنائے اور وہ غیراسلامی ہو۔ مسلم کے معنے ہی فرمانبردار کے ہیں، مسلم کے معنے ہی خدا اور اُس کے رسول کے ماننے والے کے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص خدا اور اس کے رسول کو ماننے والا ہے اور سچے طور پر ان کا فرمانبردار ہے تو وہ ایسا قانون بنائے گا ہی کیوں جو غیراسلامی ہو گا۔ پس ایسی اسمبلی جو سچے مسلمانوں پر مشتمل ہو غیراسلامی دستور بنا ہی نہیں سکتی۔ ہماری کانسٹی ٹیوشن تو پہلے سے ہی قرآن کریم میں موجود ہے اور اس کی توضیح و تشریح کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث موجود ہیں۔ لیکن اس پر غیرمسلموں کو تسلی نہیں تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن کریم میں کانسٹی ٹیوشن کے لیے پورا مصالحہ موجود نہیں۔ دوسرے ہر قاضی اور ہر افسر قرآن کریم سے صحیح بات نہیں نکال سکتا۔ اس لیے ضروری تھا کہ پورے طور پر غور کر کے قانون کو ایک معیّن شکل دے دی جاتی تا کہ جو لوگ قرآن کریم پر غور نہیں کر سکتے وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ پھر دوسرے ممالک کے مقابل پر بھی پاکستان کا آئین تیار ہونا نہایت ضروری تھا۔ سو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ قریباً نو سال میں ہمارا دستور تیار ہو گیا۔ اگر دستور کے بننے میں مزید دیر ہوتی تو بہت سی خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ ملک میں عام طور پر مایوسی پیدا ہو گئی تھی اور لوگ سمجھتے تھے کہ ہمارے لیڈر اِس اہم مسئلہ پر بھی سر جوڑ کر بیٹھنے اور غور و فکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ سو آج جبکہ دستور بن کر قوم کے سامنے آ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیڈروں کو پبلک کے عائد کردہ الزامات سے بچا لیا ہے۔

باقی جو لوگ اِس آئین پر اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس میں

فلاں غلطی ہے، فلاں نقص ہے۔ انہیں بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ دستور بہرحال انسانوں کا بنایا ہوا ہے اور انسانوں کے بنائے ہوئے دستور میں غلطیوں کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اس لیے اگر دستور میں کوئی غلطیاں رہ بھی گئی ہوں تو ان کی بعد میں اصلاح ہوتی رہے گی۔ ہمیں ان چند غلطیوں کی وجہ سے سارے دستور پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کریم ہمارے سامنے ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ہمارے پاس موجود ہیں۔ اگر کسی معاملہ میں ہمیں محسوس ہو کہ ہم نے اس بارہ میں صحیح قدم نہیں اُٹھایا تو اسے ہر وقت بدلا جا سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کو دیکھ لو آپ فرماتے تھے کہ جب مسح کے احکام نازل ہوئے تو میں تردّد میں پڑ گیا۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے اوپر مسح کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ مٹی تو پاؤں کے نچلے حصہ کو لگتی ہے لیکن پھر میں نے سمجھا کہ جب خدا تعالیٰ نے اوپر مسح کرنے کا حکم دیا ہے تو یہی درست ہے میرا خیال درست نہیں۔2

پس خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انسانی عقل کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ بڑے بڑے برگزیدہ لوگوں کی عقلیں بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اَور کون ہوسکتا ہے۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے کہ ہر وقت یہی دعا کیا کرو کہ اے اللہ! میرے علم کو بڑھا۔3 گویا ایک ایسا شخص جو علم کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، جسے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى4 کا مقام حاصل تھا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے اسے وہ علم دیا ہے جو کسی اَور کو نہیں دیا۔ اسے بھی رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کی دعا سکھائی گئی۔ پس خدا خدا ہی ہے اور بندہ بندہ ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اِس کے کہ افضلُ الرسل اور خاتم النبیین تھے پھر بھی علم حاصل کرنے کے محتاج تھے۔ اگر آپ علم حاصل کرنے کے محتاج نہ ہوتے تو خدا تعالیٰ آپ پر قرآن کریم کیوں نازل کرتا؟ یہی فرما دیتا کہ تم خود ہی غور کر کے انسانوں کے لیے ایک لائحہ عمل بنا دو۔ لیکن خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ خود قرآن کریم نازل کیا اور بِسْمِ اللّٰہ کی ''ب'' سے لے کر والنَّاسِ کی ''س'' تک ایک مفصّل کتاب نازل کر دی۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا انسان بھی یہ دعا کرتا رہتا تھا کہ الٰہی! میرا علم بڑھا۔ تو پاکستان کی کانسٹی ٹیوشن پر یہ شور مچانا کہ چونکہ اس میں

بعض غلطیاں رہ گئی ہیں اس لیے یہ قابلِ قبول نہیں کونسی معقول بات ہے۔ یہ کانسٹی ٹیوشن خداتعالیٰ کی تیارکردہ نہیں بلکہ انسانوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اور انسانوں کے کاموں میں بہرحال غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ اس لیے اس پر جھگڑنا اور شور مچانا بے معنٰی بات ہے۔

میں اِس موقع پر ایک بات اپنی جماعت سے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التین میں فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو اعلیٰ درجہ کی قوتیں دے کر دنیا میں بھیجا ہے۔ لیکن بعض دفعہ اس میں ایسا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں گر جاتا ہے۔5 یہی حال قوموں کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات جب قوموں پر غلامی کا دَور ہوتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ کاش! ہمیں آزادی حاصل ہوتی تو ہم ملک کی خاطر کوئی اہم کام کرتیں۔ لیکن جب انہیں آزادی ملتی ہے اور انہیں طاقت اور دولت میسر آ جاتی ہے تو ان کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں، وہ اپنوں اور ہمسایہ قوموں کا جانی اور مالی نقصان کرنے لگ جاتی ہیں اور قتل و غارت کو اپنا شیوہ بنا لیتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ بعض لوگوں کو جب ملک میں کوئی اقتدار حاصل ہوتا ہے تو وہ مظالم پر اُتر آتے ہیں اور اقتصادی اور نسلی طور پر دوسروں کو کچلنے کی کوشش کرتے ہیں۔6 پس جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی دی ہے وہاں ہمارے لیے یہ خطرہ بھی ہے کہ ہم کہیں اِس آزادی کا غلط استعمال نہ کرنے لگ جائیں اور بنی نوع انسان کو چاہے وہ ہمارے ملک کے ہوں یا دوسرے ممالک کے کسی مصیبت میں نہ ڈال دیں۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی صحابہؓ سے بعض غلطیاں ہوئیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب بھی ان کا علم ہوا آپؐ نے فوراً ان کا تدارک کر دیا۔ مثلاً ایک دفعہ آپ نے کچھ صحابہؓ کو باہر خبررسانی کے لیے بھجوایا۔ دشمن کے کچھ آدمی اُن کو حَرَم کی حد میں مل گئے۔ صحابہؓ نے اِس خیال سے کہ اگر ہم نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ جا کر مکہ والوں کو خبر دیں گے اور ہم مارے جائیں گے اُن پر حملہ کر دیا اور اُن میں سے ایک شخص لڑائی میں مارا گیا۔ جب یہ خبریں دریافت کرنے والا قافلہ مدینہ واپس آیا تو پیچھے پیچھے مکہ والوں کی طرف سے بھی ایک وفد شکایت لے کر آ گیا کہ انہوں نے

حَرَم کے اندر ایک آدمی مار دیا ہے۔ جو لوگ حَرَم کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ظلم کرتے رہتے تھے اُن کو جواب تو یہ ملنا چاہیے تھا کہ تم نے کب حَرَم کا احترام کیا ہے کہ تم ہم سے حَرَم کے احترام کا مطالبہ کرتے ہو۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جواب نہ دیا بلکہ فرمایا ہاں بے انصافی ہوئی ہے کیونکہ ممکن ہے اس خیال سے کہ حَرَم میں وہ محفوظ ہیں انہوں نے اپنے بچاؤ کی پوری کوشش نہ کی ہو۔ اس لیے آپ لوگوں کو خون بہا دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے قتل کا وہ فدیہ جس کا عربوں میں رواج تھا اُس کے ورثاء کو ادا کیا۔7

اِسی طرح ایک دفعہ میدانِ جنگ میں آپؐ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو آپؐ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا یہ بہت بُری بات ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس وقت ایسی ناراضگی کی حالت میں تھے کہ میں نے کبھی آپ کو ایسی حالت میں نہیں دیکھا۔8

اِسی طرح ایک اَور واقعہ ہوا۔ لڑائی ہو رہی تھی کہ کفار میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہہ دیا کہ میں صابی بنتا ہوں۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کو عام طور پر صابی کہا جاتا تھا جیسے بعض لوگ ہمیں قادیانی کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی ناواقف شخص وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ سمجھ کر احمدیت اختیار کر لے اور کہے کہ میں قادیانی ہو گیا ہوں تو ہم اُسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تُو ہماری جماعت میں سے نہیں۔ مگر ایک صحابی نے اِس کی کوئی پروا نہ کی اور اُسے قتل کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ اُس صحابی پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا جب اُس نے توبہ کر لی تھی تو تم نے اُسے کیوں قتل کیا۔ اُس صحابی نے عرض کیا یَارَسُولَ اللّٰہ! وہ شخص ڈر کے مارے اسلام کا اظہار کر رہا تھا۔ ورنہ حقیقتاً وہ مسلمان نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تُو نے اُس کا سینہ پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ وہ ڈر کے مارے اسلام کا اظہار کر رہا ہے؟ وہ صحابی کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ میں نے خواہش کی کہ کاش! میں آج مسلمان ہوا ہوتا، تا میرے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے۔9

پس قومیں بعض اوقات دولت اور طاقت کے نشہ میں دوسروں پر ظلم بھی کرنے لگ

جاتی ہیں۔ اس لیے بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشیاں منانا تمہارا حق ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔10 وطن سے محبت کرنا بھی ایمان میں داخل ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی میں نصیحت کروں گا کہ تم اپنے لیے اور دوسروں کے لیے استغفار بھی کرو اور دعا کرو کہ تم میں سے کسی سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو کہ اس کی وجہ سے اسلام پر اعتراض عائد ہو جائے۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں خداتعالیٰ تمہیں ایک دن دنیا پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ اُس نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا ہے کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ 11 اور جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو وہ کون سے احمق ہوں گے جو تم سے برکت حاصل نہیں کریں گے۔ کپڑے تو بے جان چیز ہیں اور تم جاندار ہو۔ جب وہ وقت آئے گا کہ بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو آپ کے صحابہ اور تابعین اور پھر تبع تابعین سے بھی اُن کے درجات کے مطابق برکت حاصل کی جائے گی۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے فاصلہ پر تھے لیکن بغداد کے بادشاہ ان سے برکت ڈھونڈتے تھے۔ بلکہ صرف انہیں سے برکت نہیں ڈھونڈتے تھے بلکہ ان کے شاگردوں سے بھی برکت ڈھونڈتے تھے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو کہ طاقت مل جانے کے بعد تم کہیں ظلم نہ کرنے لگ جاؤ اور تمہاری امن پسندی "عصمت بی بی از بے چارگی" والی نہ ہو۔ اگر تم طاقت ملنے پر ظالم بن جاؤ گے تو تمہاری آج کی نرمی بھی ضائع ہو جائے گی اور خداتعالیٰ کہے گا کہ اپنے تو تمہارے ناخن ہی نہیں تھے اِس لیے تم نے سر کھجلانا کیسے تھا۔ اب میں نے تمہیں ناخن دیئے ہیں تو تم نے سر کھجلانا بھی شروع کر دیا ہے۔

پس تم خوشی منانے کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرتے رہو اور اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی دعائیں کرو کہ وہ اِس آزادی کو سب کے لیے مبارک کرے۔ پھر جن لوگوں کے ہاتھ میں اِس وقت ملک کی باگ ڈور ہے اُن کے لیے بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں سچی نیکی اور تقوٰی اور انکسار عطا کرے جو ایک مومن کا خاصا ہے۔ صحابہ کرام کو دیکھ لو

باوجود اِس کے کہ اُنہیں ہر قسم کی بڑائی حاصل تھی اُن میں حد درجہ کا انکسار پایا جاتا تھا اور غرور سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو ہی دیکھ لو۔ انہوں نے چند آدمیوں کے ساتھ رومی حکومت سے ٹکر لے لی تھی حالانکہ اُس وقت کی رومی سلطنت اِس وقت کی ہندوستانی حکومت سے بہت زیادہ طاقتور تھی اور خالدؓ کے ساتھی خواہ اُس وقت کتنے بھی زیادہ ہوں بہرحال پاکستان کی طاقت سے کم طاقت رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے رومی حکومت سے ٹکر لی اور پھر اس جنگ میں فتح حاصل کی۔ اِسی خالدؓ کو بعض وجوہات کی بناء پر حضرت عمرؓ نے کمانڈر انچیف کے عُہدے سے برطرف کر دیا۔ ان کی برطرفی کا آرڈر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے ذریعہ بھیجا گیا تھا اور اُنہی کو آپ کا قائم مقام مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ کے ماتحت کام کیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ اسلامی فتوحات میں ان کا بہت بڑا دخل ہے۔ انہیں خیال گزرا کہ شاید خالدؓ کو برطرفی کا حکم بُرا لگے اِس لیے انہوں نے فوری طور پر اس کا اعلان نہ کیا لیکن بعض لوگوں کو اس کا پتا لگ گیا اور انہوں نے خالدؓ کو بھی بتا دیا۔ یہ سن کر خالدؓ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری برطرفی کے احکام آ چکے ہیں لیکن آپ نے مجھے نہیں بتایا۔ جس دن آپ کے پاس میری برطرفی کے احکام آئے تھے آپ کو چاہیے تھا کہ اُسی دن مجھے اطلاع دے دیتے تا کہ میں فوری طور پر خلیفۂ وقت کے احکام کی تعمیل کر دیتا۔ یہ میرا استعفٰی ہے۔ اسے حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیں اور فوج کا کام سنبھال لیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا میں حضرت عمرؓ کو بھی لکھوں گا مگر آپ سے بھی کہتا ہوں کہ میں سپہ سالاری کا عُہدہ اُس وقت قبول کروں گا جب آپ وعدہ کریں کہ آپ حسبِ سابق میرے ساتھ مل کر کام کرتے رہیں گے۔ حضرت خالدؓ نے کہا میں آپ کی ایک سپاہی سے بھی بڑھ کر اطاعت کروں گا۔ میں نے جو خدمت کی ہے وہ کسی مرتبہ اور عزت کے لیے نہیں کی بلکہ میری ساری خدمت خدا تعالیٰ کی خاطر تھی۔ تو دیکھو خالد کی بڑائی انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن پھر بھی ان میں کس قدر انکسار پایا جاتا تھا۔ لیکن آج کل ایک وزیر کسی وجہ سے وزارت سے ہٹتا ہے تو وہ اپنی علیحدہ پارٹی بنا لیتا ہے۔ پس تم دعائیں کرو کہ آزادی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایسی

روح پیدا کرے کہ جوں جوں ملک و قوم کو طاقت اور قوت ملتی جائے، تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور خداتعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کریم کو قائم کرنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ۔ اور ایسا نمونہ دکھاؤ کہ ہندو خود تمہارے پاس آئیں اور کہیں کہ ہم مسلمان بننا چاہتے ہیں۔ اور یہ کوئی بعید بات نہیں۔ آخر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کس تلوار نے جیتا تھا؟ پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو کس تلوار نے جیتا تھا؟ یہ سب لوگ قرآن کریم کی تعلیم سے متأثر ہو کر ایمان لائے تھے۔ اِسی طرح اب بھی قرآن کریم کی تعلیم ہندوؤں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر سکتی ہے۔

ایک مشہور عیسائی مصنف کارلائل نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُس نے دنیا کے مشہور آدمیوں کا ذکر کیا ہے جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں وہ ایک جگہ لکھتا ہے عیسائی مصنف اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کیا تھا تو اُس وقت آپ اکیلے تھے اور پھر آہستہ آہستہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ پس سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے بعد میں اسلام کے لیے تلوار چلائی انہیں کس تلوار سے اسلام کی طرف کھینچا گیا تھا؟ اُن لوگوں کو صرف دلائل اور براہین سے ہی اسلام کی طرف مائل کیا گیا تھا۔ پھر جب بڑے بڑے لوگوں کو دلائل اور براہین سے اسلام میں داخل کیا گیا تھا تو کمزور اور ادنیٰ لوگوں کو دلائل اور براہین سے کیوں داخل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

پس ضرورت اِس بات کی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو ہم زیادہ سے زیادہ بہتر رنگ میں پھیلائیں اور اپنے اخلاقِ فاضلہ سے انہیں متأثر کریں۔ اگر پاکستان اس ذمہ داری کو احسن طریق پر ادا کرے تو انگلستان، امریکہ، جرمنی، اٹلی، فرانس، سپین، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، روس اور جاپان بلکہ ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جائے گی اور وہ آپ کی غلامی پر فخر کرے گی۔ اسلام جہاں حکومت کرنے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ جبر و اِکراہ سے کام نہ لیں وہاں آپ ہی آپ ماتحتی قبول کرنے والوں کو بھی ماتحتی قبول کرنے سے روکتا نہیں۔ چنانچہ دیکھ لو زیدؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے غلام تھے اور ان کے والد اور دوسرے رشتہ دار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ زیدؓ کو آزاد کر دیں تو وہ ہمارے ساتھ چلا جائے۔ آپؐ نے مکہ کے دستور کے مطابق خانہ کعبہ میں جا کر اعلان فرما دیا کہ میں نے زید کو آزاد کر دیا ہے اور وہ اب جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ اِس پر حضرت زید کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا آپؐ نے تو مجھے آزاد کر دیا ہے لیکن میں آپ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں ہی رہوں گا۔12

اِس طرح فقہاء نے بھی اِس مسئلہ پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ غلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جب اُس کا مالک اُسے آزاد کرنا چاہے تو وہ آزادی قبول کرنے سے انکار کر دے۔ مثلاً ایک ایسا غلام جس کا مالک اُس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتا ہے۔ وہ اگر آزاد ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ اُن ہزاروں روپوں سے محروم ہو جائے۔ اس لیے اگر وہ آزاد ہونے سے انکار کر دے تو یہ اُس کا حق ہوگا۔ پس اسلام نے اِس بات سے تو منع کیا ہے کہ کسی کو غلام بنایا جائے لیکن اگر کوئی شخص خود کسی کی غلامی قبول کرے تو اسلام نے اس سے منع نہیں کیا۔ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت اگر تم دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بھی غلام تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے بھی غلام تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی غلام تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی غلام تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی غلام تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی غلام تھے۔ لیکن یہ غلام وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ ہی آپ غلامی کو قبول کر لیا تھا۔ کسی نے انہیں غلام بننے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ آخر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہی تو تھے بلکہ یہ لوگ غلاموں سے بھی بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ مگر انہوں نے خود اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے لیے پیش کیا تھا کسی نے ان کو جبراً غلام نہیں بنایا تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تو مکہ والوں نے اپنے ایک بڑے آدمی کو آپ کے پاس سفیر

بنا کر بھیجا۔ اُس نے واپس جا کر اُن سے کہا کہ اے میری قوم! تم مانو یا نہ مانو میری نصیحت یہی ہے کہ تم مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ کفار نے کہا تمہیں تو ہم نے مسلمانوں سے شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا تھا اور تم ہمیں یہ نصیحت کر رہے ہو۔ اُس نے کہا اے میری قوم! میں نے قیصر وکسریٰ کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ لیکن میں نے کسی قوم میں اِتنی فدائیت نہیں پائی جتنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نماز کا وقت تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے وضو فرمانے لگے تو آپ کی کُہنیوں سے جو پانی گرتا تھا صحابہ کرامؓ دوڑ دوڑ کر اسے ہاتھوں میں لیتے اور تبرک کے طور پر منہ میں ڈال لیتے یا اپنے جسموں پر مل لیتے۔ اِس نظارہ کا اُس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ کہنے لگا میں نے اِس قسم کی اطاعت کا رنگ قیصر وکسریٰ کے درباروں میں بھی نہیں دیکھا۔13

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر جب ابوسفیان گرفتار ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا اسے صبح لانا۔ چنانچہ صبح حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے ساتھ لائے۔ اُس وقت نماز ہو رہی تھی۔ ابوسفیان نے جب یہ نظارہ دیکھا کہ ہزاروں آدمی محمد رسول اللہ صلی ساللہ علیہ وسلم کی آواز پر کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی رکوع میں چلے جاتے ہیں اور کبھی سجدہ میں گر جاتے ہیں تو وہ گھبرا گیا اور کہنے لگا عباس! کیا میرے قتل کی کوئی سکیم بنائی گئی ہے؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے قتل کی کوئی سکیم نہیں۔ یہ تو نماز ہو رہی ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ نظارہ دیکھ کر میرا تو دل گھٹنے لگ گیا تھا۔ میں نے سمجھا کہ شاید میرے قتل کی کوئی سکیم بنائی گئی ہے۔

غرض اطاعت کا جو عظیم الشان مادہ مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اس کا نمونہ قیصر وکسریٰ کے درباروں میں بھی نہیں ملتا تھا۔ پس جو شخص اپنی مرضی سے کسی کی غلامی اختیار کرتا ہے اُس کو اس غلامی سے کوئی نکال نہیں سکتا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ سے یہ فرماتے کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں تو وہ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے یا آپ حضرت عمرؓ کو آزاد کرتے تو وہ اس آزادی کو قبول کرتے؟ وہ تو یہ کہتے کہ ہمیں

یہ غلامی بادشاہت سے بھی پیاری ہے۔ ہم نے آپ کو اپنا آقا اور مُطاع تسلیم کیا ہے۔ کسی اَور نے ہم پر جبر نہیں کیا۔ اگر جبر کیا ہے تو خود ہم نے اپنے نفس پر کیا ہے۔

پس اب جبکہ خداتعالیٰ نے ہمارے ملک کو آزادی دی ہے تو جہاں خوشی مناؤ وہاں یہ بھی دعائیں کرو کہ خداتعالیٰ پاکستان میں رہنے والوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ان میں ہمیشہ ہمیش کے لیے نیکی کا عنصر غالب رہے۔ اور ایمان اور تقوٰی رکھنے والے لوگ آگے آئیں اور اپنے نمونہ کی وجہ سے ایسا نیک اثر پیدا کریں کہ ان کے ہمسایہ میں رہنے والے غیر مذاہب کے لوگ بھی انہیں کہیں کہ ہم اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں، تم ہمیں اپنے مذہب میں شامل کرلو۔

تاریخوں میں لکھا ہے ایک دفعہ قیصر نے اپنا ایک سفیر حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ وہ مسلمانوں کے نمونہ کو دیکھ کر اِس قدر متأثر ہوا کہ حضرت عمرؓ سے کہنے لگا آپ مجھے اسلام میں داخل کرلیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم یہاں سفیر بن کر آئے ہو۔ اگر میں تمہیں اسلام میں داخل کرلوں تو اس کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ ہم نے تم پر جبر کیا ہے۔ اس لیے میں اِس وقت تمہیں اسلام میں داخل نہیں کرسکتا۔ اگر تم پر اسلام کی صداقت کھل چکی ہے تو اپنے ملک میں واپس جا کر اسلام قبول کرلینا۔

پس دعائیں کرو کہ خداتعالیٰ نے جو ہمیں احسن تقویم بخشی ہے وہ قیامت تک قائم رہے اور لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ[14] کے ماتحت ہمیں وہ انعام ملیں جو کبھی منقطع نہ ہوں۔ ہماری مملکت مٹنے والی نہ ہو۔ ہماری قوم تباہ ہونے والی نہ ہو بلکہ خداتعالیٰ ہمیں اُن لوگوں میں رکھے جن پر وہ اپنا سایہ رکھتا ہے اور ہم میں سے ہر فرد اُس طریق کو اختیار کرے جس طریق کے اختیار کرنے والے پر خداتعالیٰ نے اپنی رحمت اور برکت نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے''۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

''نمازِ جمعہ کے بعد میں بعض جنازے پڑھاؤں گا۔

(1) ملک علی بخش صاحب آف بھوپال حال لاہور۔ 7، 8 مارچ کی درمیانی شب کو

وفات پا گئے ہیں۔ 8 مارچ کو ان کا جنازہ یہاں لایا گیا اور میں نے وعدہ بھی کیا کہ میں جنازہ پڑھاؤں گا لیکن خطبہ جمعہ کے بعد میں بھول گیا اور گھر چلا گیا۔ آج میں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ ملک صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے اور ہم ابھی بچے ہی تھے کہ وہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اور پھر وہاں کئی سال تک رہے۔ اُس وقت وہ اوورسیئر تھے۔ آجکل تو اوورسیئر معمولی عُہدہ سمجھا جاتا ہے لیکن اُس زمانہ میں اس کی بہت زیادہ قدر و منزلت تھی۔ قادیان آ کر انہوں نے ایک مکان خریدا اور کافی سرمایہ صرف اِس لیے خرچ کیا کہ الحکم کو روزانہ کیا جائے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں لوگوں تک پہنچتی رہیں۔ ملک صاحب پرانے احمدی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے اور ان کی مغفرت فرمائے۔

(2) سارہ بیگم صاحبہ والدہ عبدالرحمان صاحب اتالیق ربوہ فوت ہو گئی ہیں۔ بوجہ بارش جنازہ میں بہت کم لوگ شریک ہوئے۔

(3) شاہ محمد صاحب چک نمبر 213 ضلع رحیم یارخاں فوت ہو گئے ہیں۔ جنازہ میں کوئی احمدی بھی شریک نہ ہو سکا۔

(4) چوتھا جنازہ جو بہت تکلیف دِہ ہے کابل کے ایک احمدی دوست داؤد جان صاحب کا ہے۔ یہ مخلص دوست جلسہ پر ربوہ آئے تھے۔ واپس گئے تو بعض لوگوں نے ان کی شکایت حکام کے پاس کر دی۔ انہوں نے بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم ربوہ گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں میں ربوہ گیا تھا۔ اِس پر انہیں قید کر دیا گیا مگر ان کی قوم کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ ایک بہت بڑے ہجوم نے قید خانہ پر حملہ کر دیا اور اس کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں اور پھر انہیں نکال کر باہر لے گئے اور کھلے میدان میں انہیں کھڑا کر کے شہید کر دیا۔ مرنا تو سب نے ہے لیکن اِس قسم کی موت بہت دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے اور مارنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق بناتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا [15] کہ تُو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے پوچھا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آ گئی لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟

آپ نے فرمایا ظالم کو ظلم سے روکو۔ یہی اُس کی مدد ہے۔ پس تم دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور جن لوگوں نے یہ غلطی کی ہے انہیں بھی ہدایت دے تا بجائے اِس کے کہ وہ احمدیوں کے خلاف تلوار اُٹھائیں اُن کے دل احمدیت کے نور سے منوّر ہو جائیں اور انہیں نیکی کی راہوں پر چلنے کی توفیق نصیب ہو"۔ (الفضل 13/اپریل 1956ء)

1: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدة:107، 108)

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:3)

2: سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃِ باب کَیْفَ المَسح

3: قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰه:115)

4: النجم:10

5: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ (التین:5، 6)

6: وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (البقرة:206)

7: جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی حکم ولیّ القتیل فی القصاص

8: بخاری کتاب الجھاد باب قتل الصبیان فی الحرب

9 : مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الٰہ الا اللہ

10 : تفسیر روح البیان زیر آیت سورۃ القصص:85 ''ان الذی فرض علیک القرآن ......''۔

11 : تذکرۃ صفحہ 10 ایڈیشن چہارم

12 : اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ۔ جلد2 صفحہ 239۔ زید بن حارثۃ ۔ بیروت لبنان 2001ء

13 : صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مَعَ اھل العرب....

14 : التین:7

15 : صحیح البخاری کتاب المظالم باب اَعِنْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا